© rasailojaraid.com

تبصرے

سلاطین دہلی کا انتظام حکومت

The Administration of the Sultanate of Delhi

از ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی ایم اے، پی، ایچ ڈی تقطیع متوسط ضخامت ۲۸۰ صفحات ٹائپ روشن قیمت مجلد آٹھ روپے۔ پتہ:۔ شیخ محمد اشرف کشمیری بازار لاہور

ہماری قدیم تاریخ بقول ایک فاضل مورخ کے پرانے بادشاہوں کے منقبت نامے ہیں یا تعزیت خانے، جن میں بادشاہ کے ذاتی عادات وخصائل اور اس کے عہد کے جنگی حالات وواقعات کے سوا اس کا ذکر کسی مرتب طریقہ پر بالکل نہیں ہوتا کہ اس بادشاہ کا نظامِ سلطنت کیا تھا؟ اس کے وزراء اور مختلف عہدہ داروں کی تعداد کیا تھی؟ اور ان سے کیا کیا فرائض متعلق تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔ قدیم تاریخوں کے اس نقص کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اگر کوئی شخص کسی ایک شاہی خاندان کے نظام سلطنت وحکومت پر فن تاریخ کے جدید اصول کے ماتحت بحث کرنی چاہے تو اسے ہزاروں صفحات مطالعہ کر لینے کے بعد جگہ جگہ سے ایک ایک دانہ جمع کر کے خرمن بنانا ہوگا۔ قدیم تاریخوں کی اس خصوصیت کے پیش نظر ڈاکٹر قریشی کی محنت لائق صد تحسین ہے کہ انہوں نے سلاطین دہلی کے نظام حکومت پر ایک نہایت جامع مرتب اور محققانہ کتاب لکھ کر ہندوستان کی اسلامی تاریخ کی ایک بڑی ضرورت کو باحسن وجوہ پورا کیا ہے۔

کتاب کے شروع میں ایک طویل دیباچہ ہے جس میں فاضل مصنف نے ۱۲۰۶ء سے ۱۵۵۵ء تک دہلی کے تخت پر جو مسلمان بادشاہ متمکن ہوئے ہیں ان کے نظام سلطنت کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا ہے۔ جو کتاب کے خلاصہ کا کام دیتا ہے۔ اس کے بعد مختلف ابواب میں مستقل اور ذیلی عنوانات کے ماتحت یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام میں بادشاہ کے انتخاب کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے کیا فرائض ہیں۔ پھر سلاطین دہلی کا انتخاب کس طرح ہوتا تھا ان کے تعلقات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بغداد اور پھر مصر کے خلفاء عباسی کے ساتھ کیسے ہوتے تھے ان کے محل میں کیسے محکمے تھے، ان کے عہدہ داروں کے کیا کیا القاب اور کیا کیا فرائض ہوتے تھے۔ وزراء کی تعداد کیا تھی؟ ان کے سپرد حکومت کے کون کون سے شعبے ہوتے تھے۔ اور بادشاہ کا ان سے کس قسم کا معاملہ ہوتا تھا۔ مالیات کا نظم ونسق اور فوجی انتظامات کس دستور اور آئین کے ماتحت تھے، عدالت، پولیس، صحت عامہ، تعلیم، پبلک ورکس، صوبجاتی اور مرکزی حکومت کے باہمی تعلقات، مذہبی امور کی رعایت، اور شریعت کی پابندی وغیرہ ان تمام امور پر نہایت سیر حاصل اور تسلی بخش بحث کی گئی ہے۔ اصل کتاب ۲۱۴ پر ختم ہوجاتی ہے اس کے بعد صفحہ ۲۱۵ سے ۲۴۰ تک کتاب کے مباحث سے متعلق متعدد ضمیمے ہیں جو بجائے خود تاریخی دستاویز ہونے کی حیثیت سے تاریخ کے طلباء کے لئے نہایت مفید معلومات پر مشتمل ہیں۔ پھر سلاطین دہلی کے ناموں کی فہرست مع ان کے سنینِ وفات کے اور کتاب کے مآخذ کی ایک نہایت طویل فہرست ہے۔ آخر میں اعلام واماکن کی فہرست ہے۔

ڈاکٹر قریشی کو اسی کتاب پر اکسفورڈ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ موصوف کی یہ کوشش خالص علمی نقطۂ نگاہ سے جس درجہ قابل قدر ہے اسلامی حیثیت سے بھی یہ خدمت کچھ کم لائق تحسین نہیں اس کے مطالعہ سے ان بہت سی غلط فہمیوں کی اصلاح ہوجاتی ہے جو بعض غیر مسلم مورخین نے سلاطین اسلام کی نسبت مشہور کر رکھی ہیں اور جو عام طور پر تاریخ کے ہر طالب علم کی نظر سے گذر کر اس کے دل ودماغ کو مسموم کرجاتی ہیں۔

البتہ صفحہ ۲ پر فاضل مصنف نے ذمیوں کے لئے جو (Allied peopel) لکھا ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ اس کے بجائے (Clients) زیادہ مناسب ہے۔ کتاب میں جہاں جہاں حدیثوں کا ذکر آیا ہے اگر ان کے لئے "سلوک الملوک" کے بجائے خود کتب حدیث کا حوالہ ہوتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔ امید ہے ارباب ذوق اس کتاب سے پورا فائدہ اٹھائیں گے۔

© rasailojaraid.com